رؤیت باری تعالیٰ: حقیقت، حیثیت اور ثبوت تفسیر "مفاتیح الغیب" کے تناظر میں

Seeing Allah the Almighty Quintessence, Status and Evidence in light of Exegesis "Mafateeh ul_Ghayb"

سعید اللہ

پی ایچ۔ڈی سکالر اسلامک تھیالوجی اسلامیہ کالج پشاور

Saeedullah472@yahoo.com

0092+3334888082

ڈاکٹر سلیم الرحمٰن

ایسوسی ایٹ پروفیسر شعبہ اسلامک تھیالوجی اسلامیہ کالج پشاور

salimicup@yahoo.com

0092+3005891787

Abstract:

Every faithful believer has the sole aspiration of seeing Almighty Allah (usually known as *ru'yat al-bari*). According to a *hadith*, the peak of blessings for those aboding paradise is to see Allah. The issue of seeing Allah is famously titled by the Muslim theologians as ru'yat al-bari. However, the question of whether it is possible to see Allah or not is debated among the scholars. According to the Mu'atazili school, it is not possible to see Allah. In contrast, the scholars of the Sunnite school of thought argue that the seeing of Allah is not only possible but it will also take place on the Day of Judgment. In fact the honor of seeing Allah has been given to the Prophet Muhammad peace be upon him in this world, as per the opinion of a group of Muslim scholars. In this article, the opinions of Mu'tazilis and the Sunnite school have been critically evaluated in the light of the commentary of the Quran "Mafateeh al-Ghayb."

Key words: Almighty, Aspiration, ru'yat al-bari , Sunnite, paradise

تمہید

خالق لایزال نے انسان کو اپنی عام مخلوقات سے ممتاز بنایا اور ایسی امتیازی خصلتوں کا پیکر بنایا جن میں ہر ہر خصلت کو اپنی انفرادی حیثیت میں اسرار و رموز کا سرچشمہ بنایا۔ ان خصلتوں میں سے ایک خصلت طلب اور تجسس ہے جو انسان کو باقی مخلوقات سے الگ کرتی ہے۔ اس کی وجہ سے انسان مجہول اور نامعلوم حقائق کے ادراک کے لئے کوشاں رہتا ہے۔ طلب علم کی جستجو اس کے قلب وروح کو مضطرب رکھتے ہیں۔ نامعلوم امور کی واقفیت اور سربستہ رازوں کی بھی معرفت

اس کے اضطراب کو کم کر کے اطمینان اور خوشحالی لاتے ہیں۔ معرفت حق اس کے لئے اطمینان اور جہالت باعث اضطراب بن جاتی ہیں۔خواہش پرستی اور مادہ پرستی بے چینی اور اضطراب کو مزید بڑھادیتی ہیں کیونکہ مادہ کے جوہر میں موجود ظلمت اضطراب لاتی ہے اور خواہش پرستی اسے مزید پروان چڑھاتی ہے جبکہ اس کے برعکس روحانیت، باعث نورانیت ہوتی ہے جو بڑھتے بڑھتے اضطراب کو کم کرتی ہے بلکہ آخر میں اسے ختم کر کے رکھ دیتی ہے۔

روحانیت نور ہے اور نور حصول علم کا ذریعہ ہے اور انسان علم کی طرف کھنچتے کھنچتے بالآخر علم کے اس مرتبہ پر فائز ہوتا ہے کہ حاصل شدہ علم بذات خود نور بن جاتا ہے، جس کے باعث انسان نور تک رسائی پالیتا ہے۔ لیکن انسان محض دنیاوی حقائق کا چاہے جتنا علم بھی حاصل کر لے وہ مضطرب ہی رہتا ہے۔ چنانچہ مشاہدہ کیا گیا ہے کہ بڑے بڑے دانشور، مفکرین اور اہل علم مضطرب نظر آتے ہیں کیونکہ اصل میں علم اور وجود کا مبدأ "واجب الوجود" کی ذات اقدس ہی ہے۔ تمام معلومات اور موجودات کے لئے علت تامہ ذات باری تعالیٰ ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا علم کامل، مکمل اور اکمل ہے۔ گویا علم باری تعالیٰ مؤثِر اور علت ہے اور مخلوقات کا علم اور وجود "معلول اور مؤثَر" ہے۔ مُؤثِر قوی اور کامل ہوتا ہے جبکہ "مؤثَر" ضعیف وناقص ہوتا ہے مسلمہ اصول ہے کہ جو بھی مؤثَر اپنے مؤثِر کے جتنا قریب ہوتا جاتا ہے اتنا ہی اس میں قوت پیدا ہوتی جاتی ہے۔ لہذا انسان جتنا ہی علم کے قریب ہوتا جائے گا اتنا ہی وہ خوشحال، پرسکون اور مطمئن ہوگا اور مبدأ علم چونکہ ذات باری تعالیٰ ہے۔ لہذا جیسے ہی انسان خالق کائنات کے ساتھ اتصال پاتا ہے اور قربت حاصل کرلیتا ہے۔ اس کا اضطراب کافور ہو جاتا ہے اور مکمل طور پر مطمئن اور پرسکون ہو جاتا ہے اور اسی کیفیت کی بشارت احادیث مبارکہ میں وارد ہوئی ہے۔[1] کہ جنت والوں کیلئے ناقابل تصور نعمتوں کے حصول کے باوجود ذات باری تعالیٰ کے دیدار کی لذت سے بڑھ کر کوئی اور نعمت نہ ہوگی۔ اسی دیدار کو اہل نظر اور ارباب کلام رؤیت باری تعالیٰ کا عنوان دیتے ہیں۔

رؤیت باری تعالیٰ سے مراد اپنے حقیقی خالق ومالک کی زیارت اور آنکھوں دیکھا مشاہدہ ہی ہے جس کی کیفیت اور نوعیت کی دو حیثیتیں ہیں۔

اول: یہ کہ پروردگار عالم کو انسانی آنکھوں سے دیکھنا فی نفسہٖ ممکن ہے یا نہیں چاہیے یہ دیکھنا عالم دنیا میں ہو یا عالم آخرت میں۔

دوم: یہ کہ عالم دنیا میں رؤیت باری ممکن ہے یا نہیں۔ اول الذکر کے بارے میں اہل السنۃ والجماعۃ اور معتزلہ کا اختلاف ہے۔ اہل السنۃ امکان کے اور اھل اعتزال عدم امکان کے قائل ہیں۔

رویت باری تعالیٰ کے امکان کی تین صورتیں ہیں:[2]

1 کہ رویت ممکن ہے اور مؤمنین اللہ تعالیٰ کو دیکھیں گے۔

2 کہ روئیت ممکن ہو لیکن کوئی بھی اللہ تعالیٰ کو دیکھ نہیں پائے گا۔

3 کہ روئیت ناممکن ہے لہذا اھل ایمان بھی ذات باری تعالیٰ کو نہیں دیکھ سکیں گے۔

اہل السنۃ والجماعۃ قول اول کے قائل ہیں اور معتزلہ تیسرے قول کے قائل ہیں جبکہ دوسری صورت کا قائل کوئی نہیں ہے رؤیت باری تعالیٰ کے بارے میں اہل السنۃ والجماعۃ کے چوٹی کے جو علماء نمائندگی کرتے ہیں ان میں امام فخر الدین رازی[3](م 606ھ) سر فہرست ہیں۔ امام رازی اپنے تفسیر مفاتیح الغیب میں سورۃ انعام آیت نمبر103 کی تفسیر کے ضمن میں معتزلہ کے مختلف اقوال اور ان کے دلائل بیان کئے ہیں پھر ان کے دلائل کی تردید بھی کی ہیں۔[4]

روئیت باری تعالیٰ کے مسئلہ میں ایک اور حیثیت سے بھی اختلاف واقع ہوا ہے جو صحابہ رضی اللہ عنہم سے چلا آرہا ہے۔ اس لحاظ سے روئیت باری تعالیٰ میں دو طرح کا اختلاف ہے۔ سب سے پہلے ذیل میں اہل السنۃ والجماعۃ اور معتزلہ کے اختلاف کو بیان کریں گے:

اہل السنۃ والجماعۃ کی رائے: اہل سنت والجماعت کے ہاں روئیت باری تعالیٰ ممکن ہے اور جنت میں مؤمنوں کو یہ شرف اور اعزاز حاصل ہوگا۔

معتزلہ کہتے ہیں کہ رؤیت باری تعالیٰ ناممکن ہے اور بندے اپنے رب کو نہیں دیکھ پائیں گے اہل سنت والجماعت کے ہاں امکان رؤیت پر متعدد دلائل پیش کئے جاتے ہیں:

1 قرآن کریم میں خالق کون و مکان اپنی قدرت کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں "لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ "[5] (وہ ایسا ہے کہ) نگاہیں اس کا ادراک نہیں کرسکتیں اور وہ نگاہوں کا ادراک کرسکتا ہے)اس آیت کریمہ سے یہ واضح ہوتا ہے کہ روئیت باری تعالیٰ ممکن ہے۔ اگر روئیت باری تعالیٰ ممکن نہ ہوتی تو اس کے ساتھ مدح نہ فرماتے کیونکہ جن چیزوں کے روئیت ممکن نہ ہو۔ ان کی مدح اس میں نہیں ہوتی کہ ان کو دیکھا نہیں جاسکتا جیسے ذائقہ اور خوشبوئیں گویا یوں کہا جارہاہے کہ ذات باری تعالیٰ کمال قدرت اور کمال وسعت کی وجہ سے آنکھوں کے دائرہ ادراک میں نہیں آسکتے ۔ آنکھوں میں یہ طاقت اور قوت نہیں کہ وہ اس بے کراں قدرت و وسعت کو اپنے اندر سمائیں چنانچہ آیت سے اشارہ ملتا ہے کہ رؤیت باری تعالیٰ ممکن ہے ناممکن نہیں ۔ یہاں پر اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کو واضح فرماتا ہے کہ اس کو دیکھا نہیں جاسکتا ہے۔ اس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ روئیت باری تعالیٰ ممکن ہے اگر ممکن نہ ہوتی تو اس کی ساتھ مدح نہ فرماتے ۔

2 آیت کریمہ سے امام فخر الدین الرازی کے طریقہ استدلال کا دوسرا پہلو یہ ہے پہلے جز "لَا تُدْرِكُهُ

الْأَبْصَارُ" میں مذکور "الْأَبْصَارُ" سے مراد نفس بصر نہیں بلکہ "مبصرین" (اہل بصارت) مراد ہے اور اس دوسرے جز "وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ " کا مطلب یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ تمام "مبصرین" کو دیکھتے ہیں اوراللہ تعالیٰ چونکہ خود بھی مبصر ہے اسلئے اپنی ذات کو بھی دیکھتا ہے چنانچہ آیت سے یہ ثابت ہوا کہ ذات باری تعالیٰ ہے جب یہ ثابت ہوا کہ ذات باری تعالیٰ ممکن الرویئت ہے تو اس کو مؤمنین جنت میں دیکھ پائیں گے کیونکہ اس بات کا کوئی بھی قائل نہیں کہ ذات باری تعالیٰ ممکن الرویئت ہو اور اس کو مؤمنین نہ دیکھ پائیں گے۔

3 "الْأَبْصَارُ" میں الف لام جمع کے صیغہ پر داخل ہونے کی وجہ سے استغراق کا فائدہ دیتا ہے لہذا "لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ" کی نفی سے "نفی العموم" مستفاد ہوگا نہ کہ عموم النفی اور جب مجموعہ کے ساتھ سلب کی تخصیص ہو تو اس مجموعہ کے بعض افراد کے لئے حکم ثابت ہوتا ہے۔ جیسا کہ کہا جائے "ان زیداً ما ضربه كل الناس" (زید کو سب لوگوں نے نہیں مارا) تو اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کو بعض لوگوں نے مارا ہے لہذا آیت سے ثابت ہوا کہ اللہ کو تمام مبصرین نہیں دیکھ سکتے بعض دیکھ سکیں گے۔

4 بعض علمائے کرام جن میں ضرار بن عمر الکوفی المعتزلی[6] بھی شامل ہے کہتے ہیں کہ اس آنکھ میں یہ قوت اور طاقت نہیں کہ وہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی زیارت کر سکے بلکہ قیامت میں اللہ تعالیٰ مؤمنین کو حواس خمسہ (جن میں آنکھ بھی داخل ہے) کے علاوہ "چھٹا حاسہ" عطا فرمائیں گے جس کے ذریعے سے اہل ایمان اللہ تعالیٰ کو دیکھ سکیں گے۔[7]

5 موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے اپنی زیارت کرانے کا مطالبہ کیا تو اگر یہ ممکن نہ ہوتا تو موسیٰ علیہ السلام اس کا مطالبہ نہ کرتے کیونکہ ناممکن اور محال چیزوں کا مطالبہ کرنا جھل پر دلالت کرتا ہے اور انبیاء علیہم الصلواۃ والتسلیمات کائنات میں سب سے زیادہ علم والے ہوتے ہیں۔ ناممکن کا مطالبہ ان کی شان سے بعید ہے۔[8]

6 اسی آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں "فَإِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهُ فَسَوْفَ تَرَانِي" [9] (اگر یہ اپنے جگہ پہ قائم رہا تو تم مجھ کو دیکھ سکوگے) اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی رؤیت کو "استقرار الجبل" یعنی پہاڑ کی ٹہرنے کے ساتھ معلق کیا ہے اور پہاڑ کا ٹھرنا ایک ممکن امر ہے اور کسی امر کو ممکن کے ساتھ معلق کرنا اس امر کے ممکن ہونے پر دلالت کرتا ہے۔

7 سورہ کہف کے دو آیتوں میں واضح طور پر اللہ کے ملاقات کا ذکر کیا گیا ہے۔ ایک جگہ ارشاد ہے "

فَمَنْ كَانَ يَرْجُو لِقَاءَ رَبِّهِ"[10] (تو جو شخص اپنے پروردگار سے ملنے کی امید رکھے) دوسرے جگہ ارشاد ہے: "أُولَئِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ وَلِقَائِهِ"[11] (یہی لوگ جن لوگوں نے انکار کیا اپنے رب کا اور اس کی ملاقات کا) ان آیات کریمہ اللہ تعالیٰ کی ملاقات اور دیدار کا واضح ثبوت اور دلیل ہے۔

8 ارشاد باری تعالیٰ "كَلَّا إِنَّهُمْ عَنْ رَبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَمَحْجُوبُونَ"[12] (بے شک یہ لوگ اس روز اپنے پروردگار سے پردہ میں ہونگے) اس آیت میں کفار کے بارے میں وارد ہے کہ وہ اپنے پروردگار کے دیکھنے سے پردے میں ہوں گے اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مؤمنین اللہ تعالیٰ کی زیارت کریں گے اور اھل ایمان اور ان کے رب کے درمیان دیدار اور ملاقات میں کوئی رکاوٹ نہیں ہوگی۔

9 ایک اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔"وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَاضِرَةٌ إِلَى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ "[13] (اس روز بعض چہرے رونق دار ہونگے اپنے پروردگار کے طرف نظر کئے ہونگے) اس آیت کریمہ میں واضح طور پر بیان کیا گیا ہے کہ مؤمنین جنت میں اللہ کی زیارت کریں گے۔

10 اس کے علاوہ بخاری، مسند احمد، سنن نسائی وغیرہ میں ایسی احادیث مذکورہ ہیں جو کہ رب ذوالجلال کے زیارت اور ملاقات پر شاہد ہیں[14] اسی طرح احادیث مبارکہ اس باب میں بہت زیادہ ہیں۔ ارشاد نبوی ہے: "ستَرون ربّكم كما ترون القمر ليلة البدر لاتضامون فى رؤيته"[15] (تم اپنے رب کو ایسی دیکھوگے جیسے کہ تم چودھویں کی چاند دیکھتے ہو اس کے دیکھنے میں آپ لوگوں کو کوئی اشتباہ نہیں ہوگا)

یہاں پر یہ امر قابل لحاظ ہے کہ یہاں پر جو تشبیہ ہے وہ رؤیت کے رؤیت کے ساتھ روشن اور وضاحت میں تشبیہ ہے۔ نہ کہ مرئی کی مرئی کے ساتھ تشبیہ مراد ہے۔ گویا مطلقا رؤیت کی تشبیہ ہے رؤیت کی ساتھ روشن اور واضح ہونے کے اعتبار سے۔ جمہور علماء کا اس امر پر اتفاق ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کلام باری تعالیٰ "لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا الْحُسْنَى وَزِيَادَةٌ" [16] کو تلاوت فرمایا اور اس کے بعد ارشاد فرمایا "الحسنیٰ هی الجنة والزيادة النظر الیٰ وجه الله"[17] (الحسنیٰ وہ جنت ہے اور اضافہ وہ اللہ کی طرف دیکھنا ہے)۔ یعنی دیدار خداوندی ہے۔

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے درمیان بھی اس میں اختلاف ہوا کہ نبی کریم ﷺ نے اللہ کو معراج کے شب دیکھا تھا یا نہیں ان حضرات صحابہ نے ایک دوسرے پر نہ انکار کیا تھا اور نہ بدعت اور ضلالت کی طرف منسوب کیا تھا۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں کا اس بات پر اتفاق تھا کہ رؤیت باری تعالیٰ عقلاً ممنوع نہیں ہے بلکہ ممکن ہے۔

رویئت باری تعالیٰ پر معتزلہ کے استدلالات

1 پہلا استدلال: معتزلہ آیت کریمہ "لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُوَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ "[18] ("(وہ ایسا ہے کہ) نگاہیں اس کا ادراک نہیں کرسکتیں اور وہ نگاہوں کا ادراک کرسکتا ہے) سے دو طریقے سے استدلال کرتے ہیں۔ اول یہ کہ ادراک بالبصر رؤیت سے عبارت ہے۔ اس طرح سے کہ اگر کوئی کہے"ادركته بالبصر وما رأيته" یا یہ کہے"مارأيت و ادركته بالبصر" تو اس کا یہ کلام آپس میں متناقض ہو گا۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ ادراک بالبصر رؤیت سے عبارت ہے۔ جب یہ ثابت ہوا تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کلام "لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ " کا تقاضا یہ ہے کہ اس کو کوئی بھی نظر کسی حال میں نہیں دیکھ سکتی۔اس عموم کی صحت پر دو طرح کی دلیل پیش کی جاسکتی ہے:

i پہلا یہ کہ اس سے تمام اشخاص اور احوال کا استثناء صحیح ہے۔یعنی یہ کہا جاسکتا ہے "لا تدركه الابصار إلا بصرفلان وإلا في الحالة الفلانية" استثناء ان چیزوں کا کیا جاتا ہے۔ جن کے عدم استثناء کی صورت میں شامل ہونا ضروری ہوتا ہے۔ تو اس سے یہ ثابت ہوا کہ آیت کریمہ کا عموم تمام اشخاص اور احوال کے بارے میں معنی عموم کو مستلزم ہے۔ لہذا ثابت ہوا کہ کوئی بھی اللہ کو کسی حال میں نہیں دیکھ سکتا۔

ii اہل اعتزال کا دوسرا طریقہ استدلال یہ ہے۔ آیت کریمہ کا ماقبل رب کائنات کے مدح پر مشتمل ہے اور اس کا مابعد بھی مدح پر مشتمل ہے اب اگر یہ مدح نہ ہو تو پھر یہ کہا جائے گا کہ کلام مدح میں وہ کلام عرض کیا گیاہے جو مدح نہیں ہے اور یہ رکاکت[19] ہےاور رکاکت کلام میں نقص ہے اور کلام باری تعالیٰ ہر قسم کے نقص(جس میں ایک رکاکت بھی ہے) سے پاک ہے۔لہٰذا آیت کریمہ سے مستفاد ہوتا ہے کہ کوئی بھی انسان اللہ تعالی کو کسی حال میں نہیں دیکھ سکتا ہے۔

2 دوسرا استدلال: معتزلہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے قول سے بھی استدلال کرتے ہیں عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج میں اپنے پروردگار کی زیارت کی ہے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی سامنے پیش کی گئی تو آپ رضی اللہ عنہا نے سختی سے اس کے تردید کی اور استدلال میں آیت کریمہ "لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُوَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ " کو ذکر فرمایا۔ حالانکہ عائشہ رضی اللہ عنہا عربی علوم کی بہت ماہر تھی۔ اگر اس آیت کریمہ میں یہ عموم نہ ہوتا تو وہ استدلال میں یہ آیت کریمہ پیش نہ کرتیں۔

3 تیسرا استدلال: کہ جس چیز کا عدم مدح ہو اور اس کو اللہ کے لئے ثابت کیا جائے تو یہ نقص ہو گا اور نقص اللہ تعالیٰ میں محال ہیں۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے "لَا تَأْخُذُهُ سِنَةٌ وَلَا نَوْمٌ" [20] (اسے نہ اونگھ آتی ہے نہ نیند) دوسرے جگہ "لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ" [21] (اس جیسی کوئی چیز نہیں ہے)

معتزلہ اپنے مدعیٰ پر عقلی دلائل بھی پیش کرتے ہیں کہ جب آلہ حس صحیح ہو اور مرئی سامنے موجود اور شرائط معتبرہ موجود ہو مثلاً نہ بہت زیادہ قریب ہو اور نہ بہت زیادہ دور ہو نہ پردہ موجود ہو اور مرئی سامنے حاضر ہو۔ ان امور کے ہوتے ہوئے اگر اسے پھر بھی نہ دیکھا جاسکے تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تبارک تعالیٰ کے روئیت ممتنع ہے۔

اس دلیل کا ایک دوسرا پہلو بھی ہے اگر کوئی چیز قابل روئیت ہو تو اس کا سامنے ہونا یا سامنے کے حکم میں ہونا ضروری ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے بارے میں یہ قول اور تصور صحیح نہیں ہے۔

تیسری دلیل اہل جنت والے اللہ کو دیکھیں گے بخلاف اہل جہنم کے۔ پھر تو اللہ ان کے بہت زیادہ قریب ہو گا۔ یا ان کے پاس ہو گا۔ یہ اس بات کا متلازم ہے کہ اللہ کے لئے جسم ثابت ہے جو کہ قرب اور بعد کے ساتھ متصف ہو سکتا اور یہ باطل ہے۔ تو رؤیت باری کا قول کرنا بھی باطل ہے۔

چوتھی عقلی دلیل جو پیش کرتے ہیں وہ یہ کہ اہل جنت اللہ کو تمام اوقات میں دیکھیں گے یا پھر یہ کہ وہ اللہ کو بعض اوقات میں دیکھیں گے جب کہ بعض دیگر اوقات میں نہیں دیکھیں گے۔ پھر تو یہ اس بات کا متلازم ہو گا کہ اللہ ان کی کبھی بہت زیادہ قریب ہو گا اور کبھی دور ہو گا اور اللہ کے بارے میں یہ قول کرنا باطل ہے۔

نیز یہ کہ اللہ کو دیکھنا تمام اشیاء سے بہت لذیذ ہو گا اور اہل جنت اس کو ہر وقت دیکھنا چاہیں گے۔ اگر یہ لوگ ذات باری تعالیٰ کو بعض اوقات نہیں دیکھیں گے تو یہ لوگ پھر پریشان اور غم زدہ ہوں گے اور یہ جنتیوں کی حالت کے ساتھ مناسب نہیں ہو گا۔

دوسرا یہ کہ آیت کریمہ عموم پیدا کرتا ہے اس لئے کہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہانے عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کے قول کا انکار کیا جب وہ یہ کہہ رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پروردگار کو معراج کے شب میں دیکھا اور اپنے مذہب کے ثبوت پر استدلال اس آیت کریمہ کو پیش کیا۔ اگر یہ آیت کریمہ تمام اشخاص اور احوال کے بارے میں عموم پیدا کرتی تو پھر اس سے یہ استدلال صحیح نہ ہوتا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا تمام

لوگوں سے زیادہ لغت عربی کی ماہر تھیں۔ تو اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس آیت کریمہ سے تمام لوگوں کی رؤیت کی نفی معلوم ہوتی ہے۔

معتزلہ کا مذکورہ آیت کریمہ سے دوسرا طریقہ استدلال اس طرح ہے کہ یہ لوگ کہا کرتے تھے کہ اس آیت کا ما قبل اسی آیت تک مدح اور ثناء پر مشتمل ہے اور اس کے بعد اللہ تعالیٰ کا یہ کلام کہ "وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ" بھی مدح اور ثنا ہے ورنہ پھر یہ کہا جائے گا کہ جو چیز مدح اور ثناء نہیں اس کے درمیان میں وہ چیز آئی جو مدح اور ثناء ہے اور یہ رکاکت کا مستلزم ہے جو اللہ تعالیٰ کے کلام کی ساتھ مناسب نہیں ہے۔

چنانچہ جس چیز کا عدم مدح ہو اور وہ فعل خداوندی نہ ہو تو اللہ جلَ شانہ کے بارے میں اس کا ثبوت نقص ہے۔ اور اللہ تعالیٰ میں نقص محال ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "لَا تَأْخُذُهُ سِنَةٌ وَلَا نَوْمٌ"[22] (اسے نہ اونگھ آتی ہے نہ نیند) دوسری جگہ ارشاد ہے "لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ"[23] (اس جیسی تو کوئی چیز نہیں ہے) ایک اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے "لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ"[24] (وہ نہ کسی کا باپ ہے اور نہ کسی کا بیٹا) تو اللہ تعالیٰ کا قابل رؤیت ہونا لازماً محال ہو گیا۔

واضح رہے کہ معتزلہ نے اس میں فعل نہ ہونے کا قید اس لئے لگائی کہ اللہ تعالیٰ اپنے کلام "وَمَا اللَّهُ يُرِيدُ ظُلْمًا لِلْعَالَمِينَ"[25] (اوراللہ اہل عالم پر ظلم نہیں کرنا چاہتا) اور "وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِلْعَبِيدِ"[26] (اور تیرا پروردگار بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے) میں ظلم کی نفی سے اپنی مدح فرماتا ہے۔ حالانکہ ان کے ہاں اللہ سبحانہ و تعالیٰ ظلم پر قادر ہے تو ان لوگوں نے کلام کو اس نقص سے بچانے کے لئے یہ قید لگائی۔

معتزلہ کے استدلالات سے جوابات

امام فخر الدین رازی نے معتزلہ کے تمام دلائل اور استدلالات کے شافی اور مسکت جوابات دیئے ہیں:

1 آپ کی طرف سے پہلا جواب یہ ہے کہ ادراک بالبصر رؤیت سے عبارت ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ ادراک اصل لغت میں لحوق اور وصول کو کہتے ہیں[27]۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "قَالَ أَصْحَابُ مُوسَى إِنَّا لَمُدْرَكُونَ"[28] یعنی اس کا معنیٰ ہے لملحقون۔ دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے "حَتَّى إِذَا أَدْرَكَهُ الْغَرَقُ"[29] بمعنی "لحقه" ہے۔ اس طرح لوگ کہتے ہیں "ادرک فلانٌ فلانا" وادرک الغلام یعنی بچہ جوان ہو گیا۔ جب پھل پک جائے تو کہتے ہیں "ادرکت الثمره"

اس اعتبار سے کہ ادراک، وصول الی شیء کو کہتے ہیں۔ جب یہاں تک بات واضح ہوئی۔ لہذا جب کسی (قابل دید) کی کوئی حدود، اطراف اور انتہا ہو اور نظر اس کے تمام حدود واطراف اور ابتداء و انتہاء کے ساتھ اس کا ادراک کرے۔ اوران سب امور کا احاطہ کرے تو اس ابصار کو ادراک کہا جاتا ہے۔ اگر نظر اس کے تمام اطراف کا احاطہ نہ کر سکے تو اس رؤیت کو ادراک نہیں کہا جاتا۔ پس اس کا حاصل کلام یہ ہوا کہ رؤیت جنس ہے اور اس کے تحت دونوعیں مندرج ہیں۔ رؤیت احاطہ کے ساتھ اور رؤیت بغیر احاطہ کے صرف رؤیت مع احاطہ کو ادراک کہا جاتا ہے۔ تو ادراک کے نفی سے ایک نوع کی نفی ہوگی اور نوع کے نفی سے جنس کا نفی لازم نہیں ہوتا تو اللہ تعالیٰ کے ادراک کی نفی سے اس کی رؤیت کی نفی لازم نہیں ہوتی۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے اگر کہ ادراک رؤیت کے علاوہ ہو تو پھر ان چاروں طرق جن سے تم اس آیت مبارکہ سے اللہ تعالیٰ کے رؤیت پر استدلال کرتے ہو باطل کیا۔ اس سے یہ جواب دیتے ہیں کہ اس اعتراض میں بعد ہے۔ اس لئے کہ ادراک رؤیت سے خاص ہوتا ہے اور خاص کا اثبات عام کے اثبات کو لازم ہوتا ہے مگر خاص کی نفی عام کی نفی کو مستلزم نہیں ہے[30]۔ مختصراً یہ کہ وہ وضاحت جو اھل السنۃ نے کی وہ اھل اعتزال کے کلام کو باطل کرتی ہے نہ کہ اھل السنۃ کے کلام کو۔

2 دوسرا طریقہ اعتراض کا جواب یہ ہے کہ بالفرض ادراک بالبصر رؤیت سے عبارت ہے لیکن آپ لوگ یہ کیوں کہتے ہیں "لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ" سے تمام اشخاص، تمام احوال اور تمام اوقات میں عموم نفی مستفاد ہوتی ہے اور جو کہ استثناء سے عموم نفی کی صحت پر استدلال ہے امام فخرالدین رازیؒ جواباً فرماتے ہیں کہ وہ جمع قلت سے استثناء ہے حالانکہ اس سے بھی عموم نفی مستفاد نہیں ہوتا ہے۔ لیکن چلو ہم تسلیم کرتے ہیں کہ وہ عموم کو پیدا کرتا ہے مگر نفی العموم الگ ہے اور عموم النفی الگ ہے اور ہم اس پر دلیل پیش کر چکے کہ یہ لفظ نفی العموم ہی پیدا کرتا ہے۔ اور یہ واضح ہے کہ عموم کے نفی خصوص کے ثبوت کو لازم کرتا ہے۔

3 طریقہ سوم: کہ جیسے الابصار جمع کا صیغہ استغراق پر محمول کیا جاتا ہے ایسے ہی اس کو معہود سابق پر بھی محمول کیا جاتا ہے۔ کلام باری "لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ" سے معلوم ہوتا ہے کہ "ان الابصار المعهود فی الدنیا لا تدرکه" یعنی اس کے موجب کو یوں بیان کیا جاتا ہے کہ یہ نظریں اور احداق جب تک ان صفات پر رہیں گے جن کے ساتھ وہ دنیا میں متصف ہیں تو اللہ تعالیٰ کو دیکھ نہیں پائیں گے۔ اور جب ان کی یہ صفات اور احوال بدل جائیں گے تو اللہ تعالیٰ کو دیکھ پائیں گے

تو پھر معتزلہ یہ کیوں کر کہہ سکتے ہیں کہ ان تغیرات کے ہوتے ہوئے بھی اللہ تعالیٰ کو دیکھ نہیں پائیں گے۔

4 طریقہ چہارم: کے جواب میں یوں بھی کہا جاسکتا ہے: چلو ہم تسلیم کر لیتے ہیں کہ نظریں بالکل اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھ پائیں گی تو پھر اللہ تعالیٰ کا ادراک ایک چھٹے حاسہ جو کہ ان حواس خمسہ کے علاوہ ہے سے کیوں صحیح نہ ہو۔ یہی بات ضرار بن عمر بھی کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ بنابر اس تقدیر کے آیت مذکورہ سے مندرجہ بالا استدلال کرنے میں کوئی حقیقی فائدہ نہیں۔

5 استدلال کا طریقہ پنجم: جواب یہ ہے کہ فرض کرو یہ آیت کریمہ عام ہے۔ مگر وہ آیات کریمہ جن سے اللہ تعالیٰ کے رؤیت کا ثبوت ملتا ہے خاص ہے اور خاص عام پر مقدم ہوتا ہے۔

6 چھٹا طریقہ جواب: امام فخر الدین رازی آیت کی موجب کو واضح کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہم مانتے ہیں کہ ابصار (نظریں) اللہ تعالیٰ کا ادراک نہیں کر سکتیں۔ لیکن آپ یہ کیوں کہتے ہو کہ مبصرین اللہ کا ادراک نہیں کر سکیں گے۔ یہ تمام اعتراضات ان کے پہلے طریقہ استدلال پر ہیں جبکہ دوسرے طریقہ استدلال کے بارے میں ہم نے واضح کیا کہ اگر اللہ جلَ شانہ اپنی ذات کے اعتبار سے قابل رؤیت نہ ہو تو پھر اس کی ساتھ اس کی تعریف اور ثناء نہیں ہوسکتی۔ اس کی ساتھ تعریف تب ہوسکتی ہے جب اللہ تعالیٰ ممکن رؤیت ہو۔ اور پس پردہ ہونے کی وجہ سے نظروں کے دسترس سے باہر ہو۔ اس طریقے سے اہل اعتزال کا اعتراض بالکلیہ ختم ہوکر رہ جائے گا۔

یہ وضاحت بھی بر محل ہوگی کہ نفی کا مدح اور ثناء کا سبب ہونا ممتنع ہے۔ وہ اس لئے کہ محض نفی اور صرف عدم موجب للمدح اور ثناء نہیں ہوتے جو کہ ایک بدیہی امر ہے۔ لیکن جب نفی مدح اور ثناء میں سے کسی صفت پر دلالت کرتی ہو مثلا "لَا تَأْخُذُهُ سِنَةٌ وَلَا نَوْمٌ" ہے۔ اس نفی کو دیکھتے ہوئے یہ مدح کا سبب نہیں کیونکہ جماد کو بھی اونگ اور نیند نہیں آتی۔ مگر یہی نفی اللہ تعالیٰ کے بارے میں اس کے تمام معلومات پر بغیر کسی تبدیلی اور زوال کے خبردار ہونے پر دلالت کرتی ہے۔

اسی طرح دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے "وَهُوَ يُطْعِمُ وَلَا يُطْعَمُ" [31] یہ آیت اللہ تعالیٰ کی قائم بنفسہ ہونے پر اور فی ذاتہ غنی ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ کیونکہ جماد بھی نہ خود کھاتے ہیں اور نہ دوسروں کو کھلاتے ہیں۔ جب یہ ثابت ہوا تو کہا جائے گا کہ اللہ تعالیٰ کا کلام "لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ" کا مفید للمدح ہونا ممتنع ہے تاوقتیکہ وہ اس میں موجود کسی ایسے معنیٰ پر دلالت کرتی جو موجب مدح

اور ثناء ہو۔ یہ معنٰی وہ ہے جس کو ہم نے واضح کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا نظروں سے پردہ میں ہونے پر قادر ہونا اور نظروں کو اس کے ادراک اور رؤیت سے منع ہوناہے۔ اس تقدیر سے کلام ان کی مخالف دلیل بن جاتی ہے۔ لہذا معتزلہ کے اس آیت کریمہ سے تمام طرق استدلال باطل ہو جاتے ہیں۔

معتزلہ کے مشہور امام قاضی عبدالجبار الہمذانی[32] نے عدم رؤیت باری تعالیٰ پر عقلی دلائل ذکر کئے ہیں:

دلیل اول:

کہ جب آلہ حس صحیح ہو اور دیکھنے کے قابل چیز حاضر ہو اور شرائط معتبرہ موجود ہو۔ وہ یہ کہ نہ زیادہ قریب ہو اور نہ زیادہ دور ہو نہ پردہ موجود ہو اور مرئی سامنے ہو یا سامنے کے حکم میں ہو تو اسکا دیکھنا لازمی ہو جاتاہے ۔اگر ان امور کے ہوتے ہوئے پھر بھی نہ دیکھا سکے۔لہذا یہی سمجھا جائے گا کہ رؤیت باری ممکن نہیں بلکہ ناممکن ہے۔اس کی باوجود بھی اگر رؤیت کے امکان اپنایا جائے تو یہ سفسطہ ہو گا جس کا دوسرے الفاظ میں مطلب یہ ہے کہ ہمارے سامنے ڈول اور بگل بجایا جارہاہو اور سماعت کے تمام شرائط بھی موجود ہو اور کوئی کہے کہ ڈول اور بگل نہیں بجایا جارہا۔

اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ بہت زیادہ نزدیک اور بعید حجاب اور مقابل ہونا وغیرہ یہ جتنے امور ہیں اللہ تعالیٰ کے حوالے سے ممتنع ہیں۔ اگر اس کادیکھنا صحیح ہوتا تواسکے دیکھنے کیلئے یہ ضروری ہوتا کہ آلہ حس ٹھیک ہو اور مرئی ایسے ہو کہ اسکی رؤیت صحیح ہواور یہ دو امور اس وقت موجود تھے اگر اسکی رؤیت صحیح ہوتی تو ضروری تھا کہ اس وقت اس کی رؤیت حاصل ہو جاتی تاہم اس کے باوجود بھی جب موجود نہیں ہوا تو یہ بات معلوم ہوئی کہ اسکی رؤیت ممتنع ہے۔

دلیل دوم:

قاضی عبدالجبار الہمذانی کی دلیل دوم جو چیز قابل رؤیت ہو تو وہ مقابل یا مقابل کے حکم میں ہو گا اور اللہ تعالیٰ کے بارے میں یہ صحیح نہیں کیونکہ جوچیز مقابل یا مقابل کی حکم میں ہوتا ہے وہ متحیز ہوتاہے اور متحیز حادث ہوتااور اللہ تعالیٰ قدیم ہے اس لئے رؤیت باری تعالیٰ محال ہے۔

دلیل سوئم:

قاضی کہتے ہیں کہ ان لوگوں کو کہا جائے گا کہ اہل جنت اللہ تعالیٰ کو اہل جہنم کے بغیر کیسے دیکھیں گے۔ یا تو اللہ تعالیٰ ان کے بہت زیادہ نزدیک ہو گا یا ان کے سامنے ہو گا تو اللہ کے ساتھ ان کا حال جہنم والوں کے حال کا مخالف ہو گا اور یہ ملتزم ہے کہ ذات باری تعالیٰ مجسم ہو اور اس میں قرب، بعد اور حجاب جیسے امور جائز ہو اور جسم حادث ہوتا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ کا ذات جسمیت سے پاک ہے۔

دلیل چہارم:

قاضی کہتے ہیں یہ جو تم کہتے ہو کہ اہل جنت اس کو تمام احوال میں دیکھیں گے حتیٰ کہ دوران جماع وغیرہ بھی دیکھیں گے تو یہ باطل ہے یا یہ کہ وہ اللہ جلَ شانہ کو بعض احوال میں دیکھیں گے اور بعض میں نہیں دیکھیں گے۔ یہ بھی باطل ہے کیونکہ یہ صورت حال مستلزم ہے کہ اللہ تعالیٰ کبھی ان کے بہت قریب ہو گا اور کبھی بہت دور۔ اسی طرح اللہ جل شانہ کو دیکھنا سب سے زیادہ لذیذ ہو گا۔ جب ایسا ہے تو پھر اہل جنت اس کو ہر وقت چاہیں گے۔ جب اس کو بعض اوقات میں نہیں دیکھیں گے تو یہ لوگ پھر غم اور پریشانی میں ہونگے اور یہ اہل جنت والوں کی صفات کے ساتھ مناسب نہیں ہے کہ جنت میں ہو کر وہ غم اور پریشانی میں مبتلا ہوتے رہے۔امام فخر الدین رازی جواب دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ ان کی پہلی حجت کا یہ جواب دیا جائے گا۔ کہ اجسام اور اعراض کی رؤیت آلہ حس کے صحیح ہونے، مرئی کے حاضر ہونے اور رؤیت کے تمام شرائط کے موجود ہونے کی صورت میں واجب ہے تو تم یہ حکم اللہ تعالیٰ کی ذات پر کیسے لگاتے ہو۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کی ذات تمام ذاتوں سے مختلف ہے اور کسی شیء پر حکم کرنے سے اس کے مخالف شیء پر اس طرح کا حکم لازم نہیں آتا۔

قاضی کے دوسرے استدلال کا جواب،امام رازی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہمارے اور تمہارے درمیان جھگڑا اور اختلاف اس چیز کے بارے میں ہے جو کسی مکان اور جہت کے ساتھ مختص نہ ہو کہ آیا اس کی رؤیت ممکن ہے یا نہیں یا تو آپ لوگ یہ دعویٰ کروگے کہ اس موجود جو کہ ان صفات کے ساتھ متصف ہو گا کی رؤیت کے امتناع کا علم بدیہی ہے یا پھر تم یہ کہو گے کہ اس امتناع پر علم نظری اور استدلالی ہے۔پہلا (یعنی امتناع کا علم بدیہی ہونا) باطل ہے۔ اس لئے کہ اگر اس پر علم بدیہی ہوتا تو عقلاء کے درمیان اس میں اختلاف نہ ہوتا۔ اس صورت میں چاہیے تھا کہ یہ لوگ اشتغال بالاستدلال چھوڑ کر بدیہی ہونے کے دعوی پر اکتفا کرتے۔ اگر دوسری صورت

ہو (یعنی اس امتناع پر علم استدلالی ہو) تو تمہارا یہ کہنا کہ مرئی کا مقابل ہونا اور مقابل کے حکم میں ہونا ضروری ہے عین دعوی کو دوبارہ بیان کرنا ہے۔ اس لئے کہ تمہارے کہنے کا خلاصہ یہ ہے کہ جو چیز مقابل نہ ہو اور مقابل کے حکم میں نہ ہو اس کی رؤیت ممکن نہیں ہوتی۔ اس پر دلیل یہ ہے کہ جو چیز قابل رؤیت ہو اس کا مقابل ہونا اور مقابل کے حکم میں ہونا ضروری ہے۔ تو معلوم ہوا کہ اس کلام کا کوئی فائدہ نہیں کیونکہ یہ عین دعوی کو دوبارہ ذکر کرنا ہے۔

تیسرے استدلال کا جواب: معتزلہ سے کہا جائے گا کہ یہ کیوں ممکن نہیں کہ اہل جنت اللہ تعالیٰ کو دیکھیں گے اور جہنم والے نہیں دیکھیں گے۔ ایسا قرب اور بعد کی وجہ سے نہیں جو تم کہتے ہیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ اہل جنت میں بطور اعزاز واکرام دیکھنے کی قوت پیدا کرے گا جبکہ کافروں اور جہنمیوں کو بطور سزا واہانت وہ قوت نہیں دے گا۔

اہل سنت والجماعت کے رؤیت باری تعالیٰ کے بارے میں یہ عقیدہ ہے کہ عالم آخرت میں مؤمنوں کو اللہ تبارک وتعالیٰ کے زیارت نصیب ہوگی جیساکہ متعدد آیات کریمہ اور احادیث مبارکہ میں مذکور ہے البتہ واقعہ معراج کے بارے میں بعض صحابہ کے اقوال میں اختلاف نظر آتا ہے۔ ایک قول عبداللہ ابن عباس، انس ابن مالک اور حسن بصری رضی اللہ عنہم کا ہے اور دوسرا قول عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ اورابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا ہے[33] عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت منقول ہے:

"قَالَ أَتَعْجَبُونَ أَنْ تَكُونَ الْخَلَّةُ لِإِبْرَاهِيمَ، وَالْكَلَامُ لِمُوسَى، وَالرُّؤْيَةُ لِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصَلَوَاتُ اللَّهِ عَلَيْهِمْ أَجْمَعِينَ»هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِ الْبُخَارِيِّ وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ "[34]

حکم بن ابان رحمۃ اللہ علیہ عکرمہ رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں:

"قَالَ سَمِعْتُ عِكْرِمَةَ،يَقُولُ:سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ،رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ سُئِلَ: هَلْ رَأَى مُحَمَّدٌ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَبَّهُ؟قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: فَقُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ: أَلَيْسَ اللَّهُ يَقُولُ"لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ"[35]قَالَ: «لَا أُمَّ لَكَ،ذَلِكَ نُورُهُ إِذَا تَجَلَّى بِنُورِهِ لَمْ يُدْرِكْهُ شَيْءٌ[36]عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ رَأَى مُحَمَّدٌ رَبَّهُ"[37]

حسن قسم اٹھاکر کہا کرتے تھے:" لَقَدْ رَأَى مُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَبَّهُ"[38] جبکہ مسروق رحمۃ اللہ علیہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت نقل کرکے فرماتے ہیں:قُلْتُ لِعَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: يَا أُمَّتَاهْ هَلْ رَأَى مُحَمَّدٌ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَبَّهُ؟ فَقَالَتْ: لَقَدْ قَفَّ شَعَرِي مِمَّا قُلْتَ،أَيْنَ أَنْتَ مِنْ ثَلَاثٍ،مَنْ حَدَّثَكَهُنَّ فَقَدْ كَذَبَ مَنْ حَدَّثَكَ أَنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى رَبَّهُ فَقَدْ كَذَبَ ۔۔۔"[39] اس

باب میں بہت سارے احادیث مبارکہ منقول ہیں لیکن سب سے زیادہ صحیح متدل ابن عباسؓ کے روایات ہیں جو کہ پورے وضاحت کی ساتھ مذکور ہیں ۔ علماء اہل سنت والجماعت اور جمہور محدثین کرام رحمۃ اللہ علیہم عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کے روایات کو ترجیح دیتے ہیں یہاں تک کہ عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے بھی اس مسئلہ میں آپ رضی اللہ عنہ کی طرف مراجعت کی ہیں [40] عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کردہ حدیث مبارکہ سے محدثین کرام رحمۃ اللہ علیہم [41] مختلف طریقوں سے جواب کرتے ہیں بعض محدثین اس میں توفیق کی کوشش کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کردہ حدیث مبارکہ میں لفظ ادراک مذکور ہے جبکہ رؤیت اور ادراک کی درمیان نسبت عموم خصوص مطلق کی ہے کیونکہ رؤیت عام مطلق ہے اور ادراک خاص ہے "رؤیت مع الاحاطہ " ہی کو ادراک کہا جاتا ہے اور رؤیت مع ادراک الاحاطہ اور بدون الاحاطہ دونوں قسموں کے لئے استعمال ہوتا ہے اور مسلمہ اصول ہے کہ خاص کے نفی،عام کے نفی کو مستلزم نہیں ہے۔

بعض محدثین کہتے ہیں کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں رؤیت بصری کی نفی ہے جبکہ عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کردہ بعض روایات تو مطلق ہے جبکہ بعض دیگر "بفوادہ" کی ساتھ مقید ہے۔اور رؤیت بصری کی نفی سے رؤیت قلبی کی نفی لازم نہیں۔

جبکہ بعض محدثین یہ فرماتے ہیں کہ رؤیت باری تعالی کا تعلق ان مسائل سے ہے جن کا ادراک وحی کی بغیر ممکن نہیں ہے اور ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی رویات کی بنیاد اجتہاد پر ہے اگر آپ کے پاس کوئی مرفوع روایت ہوتی تو ضرور نقل کرتی ۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے منقول روایات کے سلسلے میں اصول یہ ہے اگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں ایک صحابی اگر کوئی قول پیش کرے اور دوسرا اصحابی اس کی مخالفت کرے تو وہ قول قابل حجت نہیں رہتا۔[42] نیز یہ کہ ام المؤمنین عاشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے قول میں نفی ہے اور سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کی قول میں اثبات ہے اور اثبات نفی پر مقدم ہوتا ہے۔[43]

ان متعدد روایات کے محاکمہ اور ان کے بارے میں محدثین کے تجزیہ سے بہر حال اندازہ یہی ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ رؤیت باری تعالی کے شرف سے سرفراز ہوئے ہیں۔تاہم اس کی کیفیت کیا تھی کیا آنکھوں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا تھا یا قلب کی ساتھ رؤیت نصیب ہوئی تھی بعض اھل علم پورے وثوق اور شدت سے اس بات کے قائل ہیں کہ یہ رؤیت عینی تھی۔ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ قسم اٹھا کر فرمایا کرتے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سر کے آنکھوں سے اپنے رب کو دیکھا کو دیکھا ہے اہل علم میں

ایسے حضرات بھی موجود ہیں جو اس مسئلہ میں توقف اختیار کرتے ہیں۔ بطور استدلال عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہم کے ان روایات کو مستدل بناتے ہیں جن میں "بفوادہ" کے الفاظ وارد ہوئے ہیں۔[44]

نتائج بحث

اہل ایمان کی منتہیٰ آرزو اور اھل جنت کے لئے منتہیٰ فضل از روئے حدیث دیدار خداوندی سے سرفراز ہونا ہے۔ اسی امر کو علماء کلام رؤیت باری تعالیٰ کا عنوان دیتے ہیں۔ تاہم یہ مسئلہ معرکۃ الاراء ہے کہ رؤیت باری تعالیٰ ممکن ہے یا نہیں۔ معتزلہ کے ہاں رؤیت باری تعالیٰ ناممکن ہے۔ جبکہ اہل السنۃ والجماعۃ کے نزدیک نہ صرف یہ کہ ممکن ہے بلکہ قیامت کے دن واقع ہوگی۔ اہل علم کی ایک جماعت کے نزدیک دنیا میں بھی اس شرف سے نبی کریم صلی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واقعہ معراج میں سرفراز ہوئے۔

حواشی ومصادر

1 امام مسلم نے اس سلسلے میں صہیب رضی اللہ عنہ کی طریق سے روایت نقل کیا ہے "إذا دخل أهل الجنة الجنة قال يقول الله تبارك وتعالى تريدون شيئا أزيدكم؟فيقولون ألم تبيض وجوهنا؟ألم تدخلنا الجنة وتنجنا من النار قال فيكشف الحجاب فما أعطوا شيئا أحب إليهم من النظر إلى ربهم عز و جل مسلم بن الحجاج أبوالحسين القشيري النيسابوري،صحيح مسلم،دارإحياء التراث العربي بيروت،ص163/1

2 فخر الدين الرازي خطيب الري أبو عبد الله محمد بن عمر بن الحسن(م606 ھ)مفاتيح الغيب الناشر دار إحياء التراث العربي بيروت،الطبعة الثالثة1420،ص98/13

3 آپ کا نام پورا نام محمد بن عمر بن الحسین بن الحسن بن علی ہے جبکہ فخر الدین لقب ہے اور ابن خطیب الرائی سے مشہور تھے۔ فخر الدین رازی ایران کے شہر رائی میں 544 ھ کو پیدا ہوئے۔ آپ علم فقہ، اصول فقہ اور علم الکلام میں بڑی مہارت رکھتے تھے۔ ان کے اصول اور وعظ میں کافی تصنیفات موجود ہیں۔ امام فخر الدین رازی اصولی مسائل میں اشعری تھے۔ فروعی مسائل میں امام رازی شافعی المسلک تھے۔ بعض لوگ ان کو اسلامی فلسفہ کے موجدین میں سے شمار کرتے ہیں۔ خصوصاً تفسیر میں، فقہ، اصول فقہ، علم الکلام، فلسفہ، بلاغت اور دیگر علوم و فنون میں تقریباً 200 تصنیفات مرتب کئے ہیں۔ آپ عید الفطر کے دن 606 ھ کو وفات پائے ہیں(ابن خلكان أبو العباس شمس الدين أحمد بن محمد بن إبراهيم بن أبي بكر ابن خلكان البرمكي الإربلي(م:681ھ) وفيات الأعيان وأنباء أبناء الزمان،الناشر: دار صادر بيروت **،ص250/4:** الذهبي شمس الدين أبو عبد الله محمد بن أحمد

بن عثمان بن قَايْماز (م748ھ)تاريخ الإسلام،الناشر:دار الغرب الإسلامي،الطبعة:الأولى(2003ء م)السبكي ،تاج الدين عبد الوهاب بن تقي الدين (م: 771ھ)طبقات الشافعية الكبرى ناشر:هجر للطباعة والنشر والتوزيع،طبعة: الثانية،(1413 ھ)ص81/8)

4 فخرالدين الرازي،*مفاتيح الغيب*،دارإحياءالتراث العربي،بيروت،الطبعة:الثالثة(1420ھ)ص13/ 99

5 الأنعام:103/6

6 *ضرار بن عمرو الکوفی کنیت ابو عمر تھی۔ قبیلہ غطفان سے تعلق تھا۔ متشدد معتزلی ہونے کی وجہ سے عام معتزلہ کے مخالف اور عذاب قبر کے منکر تھے۔ یہاں تک کہ دیگر معتزلہ کے خلاف تقریباً30 کتابیں تصنیف کی230 ھ کے لگ بھگ انتقال ہوا* (الذهبي،شمس الدين أبو عبد الله محمد بن أحمد بن عثمان بن قَايْماز(م:(748 ھ) تاريخ الإسلام وَوَفيات المشاهير وَالأعلام،ناشر:دارالغرب الإسلامي،ط:الأولى(2003م)ص 5 / 738؛ابن حجر العسقلاني،أبو الفضل أحمد بن علي بن محمد بن أحمد(م:852ھ)لسان الميزان،ناشر:مؤسسة الأعلمي للمطبوعات بيروت لبنان،طبعة: الثانية،(1390ھ) ص298/5)

7 فخر الدين الرازي ،مفاتيح الغيب،ص99/13

8 القرطبي أبو عبد الله محمد بن أحمد،الجامع لأحكام القرآن،الناشر:دار الكتب المصرية،القاهرة الطبعة: الثانية،1964 م،ص55/7

9 الأعراف:143/7

10 الكهف:110/18

11 الكهف:110/18

12 المطففين:15/83

13 القيامة :23-22/75

14 محمد بن إسماعيل،البخاري،صحيح البخاري,ناشر:دار طوق النجاة ,الطبعة: الأولى (1422ھ) ص115/1۔مسلم بن الحجاج أبوالحسين القشيري النيسابوري صحيح مسلم، ناشر: دار إحياء التراث العربي بيروت،ص429/1۔أبو عبد الله أحمد بن محمد بن حنبل بن هلال بن أسد الشيباني،مسند أحمد بن حنبل،ناشر:مؤسسة الرسالة،الطبعة:الأولى،2001م، ص192/17

15 *مذکورہ حدیث مبارک سنن ترمذی میں مذکور ہے:*

"حدثنا محمد بن طريف الكوفي حدثنا جابر بن نوح الحماني عن الأعمش عن أبي صالح عن أبي هريرة قال:قال رسول الله صلى الله عليه و سلم أتضامون في رؤية القمر ليلة البدر وتضامون في رؤية الشمس؟قالوا لا قال فإنكم سترون ربكم كما ترون القمر ليلة البدر لا تضامون في رؤيته"

ترمذی کی علاوہ معمولی تغیر کی ساتھ امام احمد، امام بخاری، امام مسلم، ابو داود اور ابن حبان نے نقل کیا ہوا ہے(الترمذي محمد بن عيسى أبو عيسى السلمي،، الترمذي،ناشر:دار إحياء التراث العربي ،بيروت،ص688/4)

16 يونس:26/10

17 اس حدیث مبارکہ کا مفہوم احادیث کے کتب مسلم ترمذی وغیرہ میں ملتا ہے البتہ ان الفاظ کے ساتھ عبد الرزاق نے اپنے تفسیر میں سند اذکر کیا ہے لہٰذا وہ فرماتے ہیں:عَنْ مَعْمَرٍ , عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ , عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى،قَالَ: «الْحُسْنَى الْجَنَّةُ , وَالزِّيَادَةُ النَّظَرُ إِلَى وَجْهِ اللَّهِ"(عبد الرزاق بن همام بن نافع، أبو بكر الحميري اليماني الصنعاني(م:211ھ) تفسير عبد الرزاق،ناشر: دار الكتب العلمية،طبعة: الأولى، (1419ھ)ص176/2)

18 الانعام:103/6

19 الركاكة:الركاكة هي أن يكون اللفظ متناولاً والمعنى متداولاً كالكلمات المستعملة،والألفاظ المهملة الشيزري أبو المظفر مؤيد الدولة مجد الدين أسامة بن مرشد بن علي بن مقلد بن نصر بن منقذ الكناني الكلبي (م884ھ) البديع في نقد الشعر ناشر: الجمهورية العربية المتحدة وزارة الثقافة والإرشاد القومي الإقليم الجنوبي الإدارة العامة للثقافة،ص464/1

20 البقره:255/2

21 الشوریٰ:12/42

22 البقرة:255/2

23 الشوریٰ:11/42

24 الإخلاص:3/112

25 آل عمران :108/3

26 حم السجده:46/41

27 إبراهيم بن السري بن سهل، أبو إسحاق الزجاج (م:311ھ)، معاني القرآن وإعرابه،الناشر: عالم الكتب بيروت،الطبعة: الأولى(1988م)ص278/2

28 الشعراء:61/26

29 يونس:90/10

30 المظهري،محمد ثناء الله التفسير المظهري،الناشر:مكتبة الرشدية،الباكستان،ط:1412ھ،ص 107/9

31 الأنعام:14/6

32 آپ کا پورا نام عبد الجبار بن احمد بن عبد الجبار تھا اپنے زمانے کے معتزلہ کے بہت بڑے امام اور قاضی القضاۃ کے لقب

سے ملقب اور رای کی منصب قضا پہ فائز تھے۔فروعی مسائل میں شافعی المسلک تھے۔415ھ کو ذیالقعدہ کے مہینے میں وفات پاگئے اور اپنے گھر میں دفن کئے گئے۔ان کے متعدد تصنیفات میں سے کتاب دلائل النبوۃ نے بہت شہرت پائی(الذهبي شمس الدين أبو عبد الله محمد بن أحمد بن عثمان بن قَايْماز (م748هـ)سير أعلام النبلاء،الناشر : مؤسسة الرسالة،الطبعة الثالثة(1985 م)ص244/17؛ السبكي تاج الدين عبد الوهاب بن تقي الدين(م:771ھ)طبقات الشافعية الكبرى،الناشر:هجر للطباعة والنشر والتوزيع الطبعة: الثانية،1413 هـ،ص97/5

[33] النووي أبو زكريا محيي الدين يحي بن شرف (م:676 ھ) المنهاج الناشر: دار إحياء التراث العربي بيروت الطبعة:الثانية(1392ھ)ص5/3(وحدثني أبو الربيع الزهراني حدثنا عباد(وهو ابن العوام) حدثنا الشيباني قال سألت زر بن حبيش عن قول الله عز و جل"فكان قاب قوسين أو أدني"النجم: 9)قال أخبرني ابن مسعود أن النبي صلى الله عليه و سلم رأى جبريل له ست مائة جناح (مسلم بن الحجاج أبو الحسين القشيري النيسابوري، صحيح مسلم،الناشردار إحياء التراث العربي بيروت)حدثناأبوبكر بن أبي شيبة حدثنا علي بن مسهر عن عبدالملك عن عطاءعن أبي هريرة "ولقد رآه نزلة أخرى(النجم:13)قال رأى جبريل(مسلم بن الحجاج أبوالحسين القشيري النيسابوري،صحيح مسلم،الناشردار إحياء التراث العربي بيروت،ص158/1

[34] الحاكم أبوعبد الله محمد بن عبد الله بن محمد النيسابوري المستدرك على الصحيحين ناشر:دارالكتب العلمية بيروت ،الطبعة: الأولى، 1990ء

[35] الأنعام:103/6

[36] ابن خزيمة)كتاب التوحيد،ص481/2

[37] ايضاً:ص488/2

[38] النووي،المنهاج،ص5/3

[39] البخاري محمد بن إسماعيل أبو عبدالله الجعفي، الجامع المسند الصحيح البخاري،الناشر: دار طوق النجاة الطبعة: الأولى(1422ھ)ص140/6

[40] النووي،المنهاج،ص5/3

[41] شرف الدين الحسين بن عبد الله الطيبي (743)الكاشف عن حقائق السنن،الناشر:مكتبة نزار مصطفى الباز (مكة المكرمة الرياض)،الطبعة: الأولى،(1417ھ)ص3570/11

[42] النووي أبو زكريا محيي الدين يحي بن شرف(م:676 ھ)المنهاج،دار إحياء التراث العربي بيروت الطبعة: الثانية،1392هـ،ص5/3

[43] النووي، المنهاج،ص5/3

[44] ابن حجر أحمد بن علي أبو الفضل العسقلاني الشافعي،فتح الباري،الناشر:دار المعرفة بيروت 1379،ص608/8